

ابو عبد اللہ صام

دربارِ نبوت میں محبوب ترین کون؟

نبی کریم ﷺ کو کائنات میں سب سے زیادہ محبوب ہستی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اس مضمون کے آخر میں صحیح و صریح احادیثِ نبویہ کی روشنی میں تفصیلاً یہ بات بیان کر دی گئی ہے۔

بعض لوگ ان صحیح و صریح احادیث کے خلاف حدیث الطیر پیش کرتے ہیں۔ آئیے اس روایت پر اصولِ محدثین کے مطابق تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

① حدیث انس رضی اللہ عنہ :

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهُ طَائِرٌ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ ائْتِنِي بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَأْكُلُ مَعِيَ مِنْ هَذَا الطَّيْرِ»، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، فَرَدَّه، وَجَاءَ عُمَرُ، فَرَدَّه، وَجَاءَ عَلِيٌّ، فَأَذِنَ لَهُ.

”نبی کریم ﷺ کے پاس ایک (پکا ہوا) پرندہ تھا۔ آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! اپنے اس بندے کو بھیج دے، جو تجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے، وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، لیکن آپ ﷺ نے ان کو واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے، تو انہیں بھی واپس بھیج دیا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو

آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: 107/5،
ح: 8398، خصائص علی بن أبی طالب للنسائی: 10)

تبصرہ :

یہ ”ضعیف“ اور ”مکرر“ روایت ہے، کیونکہ:

① اس کا ایک راوی مسہر بن عبد الملک کمزور راوی ہے۔

(تقریب التہذیب لابن حجر: 6667)

اس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ بَعْضُ النَّظَرِ . ”اس پر بعض محدثین نے کلام کی ہے۔“

(التاریخ الصغیر: 250/2)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَمْ يُسْهِرْ غَيْرُ مَا ذَكَرْتُ، وَ لَيْسَ بِالْكَثِيرِ .

”مسہر نے اس کے علاوہ بھی روایات بیان کی ہیں، مگر یہ کثیر الروایہ نہیں

ہے۔“ (الکامل فی ضعفاء الرجال: 458/6)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے الثقات (197/9) میں ذکر کے لکھا ہے:

يُخْطِئُ وَيَهْمُ . ”یہ راوی غلطیوں اور اوہام کا شکار تھا۔“

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ”لین“ (کمزور راوی) کہا ہے۔

(المقنتی فی سرد الکنتی: 5419)

نیز انہوں نے اسے لیس بالقوی (قوی نہیں ہے) بھی کہا ہے۔

(المغنی فی الضعفاء: 658/2)

واضح طور پر اسے صرف حسن بن حماد نصیبی وراق نے ثقہ کہا ہے۔

(مسند أبي يعلى: 4052، الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 457/6، وسندهُ

صحيح)

جمہور محدثین نے اس روایت کو ”ضعیف“ کہا ہے۔ اس روایت کی بہت ساری سندیں ہیں۔ وہ ساری کی ساری ”ضعیف“ ہیں۔ ذیل میں ہر ایک سند کے ضعف کو واضح کیا جاتا ہے۔

② طريق السدي عن أنس ---- .

(سنن الترمذي: 3721، مسند أبي يعلى: 4052، العلل المتناهية لابن الجوزي: 229/1)

تبصرہ :

یہ ”منکر“ روایت ہے، کیونکہ اس کا راوی عبید اللہ بن موسیٰ عسی اگرچہ صحاح ستہ کا راوی ہے اور ثقہ ہے، لیکن محدثین کرام نے اس کی اس خاص روایت پر کلام کر رکھی ہے۔

✽ امام ابن سعد رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَانَ ثِقَةً صَدُوقًا، إِنْ شَاءَ اللَّهُ، كَثِيرَ الْحَدِيثِ، حَسَنَ الْهَيْئَةِ، وَكَانَ يَتَشَيَّعُ، وَيُرْوِي أَحَادِيثَ فِي التَّشْيِيعِ مُنْكَرَةً، فَضَعَّفَ بِذَلِكَ عِنْدَ كَثِيرٍ مِّنَ النَّاسِ .

”یہ ان شاء اللہ ثقہ وصدق اور کثیر الحدیث راوی ہے۔ یہ خوش شکل اور شیعہ بھی ہے۔ تشیع میں منکر روایتیں بیان کرتا ہے، اسی بنا پر بہت سے محدثین نے

اس کو ضعیف قرار دے دیا ہے۔“ (الطبقات الكبرى: 368/6)

یوں یہ روایت ”منکر“ ہی ہے۔

③ طریق الحارث بن نبهان عن السدي عن أنس ---- .

(تاریخ دمشق لابن عساکر : 356/42)

تبصرہ :

یہ من گھڑت سند ہے، کیونکہ اس میں حارث بن نبهان ”منکر الحدیث“ اور ”متروک الحدیث“ راوی ہے۔

④ طریق حماد بن المختار عن عبد الملك بن عمير ---- .

(المعجم الكبير للطبراني : 253/1، تاریخ دمشق لابن عساکر : 254/42، العلل

المتناهية لابن الجوزي : 228/1)

تبصرہ :

یہ سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس کا راوی حماد بن مختار ”مجهول“ ہے۔

اس کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَلَيْسَ بِالْمَعْرُوفِ . ”یہ غیر معروف راوی ہے۔“

(الكامل في ضعفاء الرجال : 252/2)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وَلَمْ أَعْرِفْهُ .

”میں اسے نہیں جانتا۔“ (مجمع الزوائد : 125/9)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں : لَا يُعْرَفُ .

”یہ غیر معروف راوی ہے۔“ (میزان الاعتدال : 599/1)

اس میں ایک اور علتِ قاذحہ بھی ہے۔

⑤ قطن بن نسير، ثنا جعفر بن سليمان : ثنا عبد الله بن

المثنى عن عبد الله بن أنس ---- .

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي : 147/2 ، 148 ، ت : 383 ، تاريخ دمشق

لابن عساكر : 247/42)

تبصره :

یہ ”منکر“ روایت ہے، کیونکہ اس کا راوی جعفر بن سلیمان ضعی ثقہ اور حسن الحدیث ہے۔ یہ صحیح مسلم کا راوی ہے اور اجماع امت کی بنا پر صحیح مسلم میں مذکور اس کی ساری روایات صحیح ہیں۔ صحیح مسلم کے علاوہ اس کی بعض روایات منکر بھی ہیں۔ جن روایات پر جمہور محدثین نے کلام کردی ہے ان میں یہ روایت بھی ہے۔

اس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

يُخَالَفُ فِي بَعْضِ حَدِيثِهِ .

”بعض احادیث میں ثقہ راوی اس کی مخالفت کرتے ہیں۔“

(التاريخ الكبير : 192/2)

حافظ جوز جانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

رَوَى أَحَادِيثَ مُنْكَرَةً، وَهُوَ ثَقَّةٌ مُتَمَسِّكٌ، كَانَ لَا يَكْتُبُ .

”اس نے کچھ منکر روایات بیان کی ہیں، اگرچہ یہ ثقہ و ضابط ہے، یہ اپنے

حافظ سے بیان کرتا تھا، اپنی روایات کو لکھتا نہیں تھا۔“ (أحوال الرجال : 173)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَهُوَ صَدُوقٌ فِي نَفْسِهِ، وَيَنْفَرِدُ بِأَحَادِيثَ عِدَّةٍ، مِمَّا يُنْكَرُ .

”یہ ذاتی طور پر ثقہ راوی ہے، مگر اس نے کئی منکر روایات منفرد بیان کی ہیں۔“

فائدہ جلیلہ :

✽ شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

وَلَا عَيْبَ عَلَى مُسْلِمٍ فِي إِخْرَاجِ حَدِيثِهِ، لِأَنَّهُ يَنْتَقِي مِنْ أَحَادِيثِ هَذَا الضَّرْبِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ حَفِظَهُ، كَمَا يَطْرَحُ مِنْ أَحَادِيثِ الثِّقَةِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ غَلَطَ فِيهِ، فَغَلِطَ فِي هَذَا الْمَقَامِ مَنْ اسْتَدْرَكَ عَلَيْهِ إِخْرَاجَ جَمِيعِ حَدِيثِ الثِّقَةِ، وَمَنْ ضَعَّفَ جَمِيعَ حَدِيثِ سَيِّءِ الْحِفْظِ، فَالْأُولَى طَرِيقَةُ الْحَاكِمِ وَأَمثَالِهِ، وَالثَّانِيَةُ طَرِيقَةُ أَبِي مُحَمَّدٍ ابْنِ حَزْمٍ وَأَشْكَالِهِ، وَطَرِيقَةُ مُسْلِمٍ هِيَ طَرِيقَةُ أَئِمَّةِ هَذَا الشَّانِ.

”جعفر بن سلیمان کی احادیث بیان کرنا امام مسلم رحمہ اللہ کے لیے کوئی عیب والی بات نہیں، کیونکہ وہ اس قسم کے راویوں کی ان روایات کا انتخاب کرتے ہیں، جن کے بارے میں وہ جانتے ہوتے ہیں کہ وہ انہیں یاد ہیں۔ جس طرح کہ وہ ثقہ راویوں سے منقول ایسی روایات کو چھانٹ دیتے ہیں، جن کے متعلق ان کو علم ہوتا ہے کہ ان میں غلطی ہے۔ اس مقام پر ان لوگوں نے غلطی کی ہے، جنہوں نے کسی ثقہ راوی کی بیان کردہ تمام روایات کو استدراکاً ذکر کر دیا ہے، یا خراب حافظے والے راویوں کی تمام روایات کو ضعیف قرار دے دیا ہے۔ پہلے گروہ کی مثال امام حاکم رحمہ اللہ اور ان کی مثل دوسرے لوگ ہیں، (جو

صحیحین کے راویوں کی تمام روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں) اور دوسرے گروہ کی مثال علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اور ان جیسے دوسرے لوگ ہیں، (جو خراب حافظے والے راویوں کی تمام روایات کو ضعیف کہتے ہیں)۔ امام مسلم رحمہ اللہ کا طریقہ کار وہی ہے، جو اس فن کے لائق ائمہ کرام کا ہے۔“ (زاد المعاد: 1/136)

⑥ أبو الهندي عن أنس ---- .

(مشيخة ابن شاذان : 5، تاريخ بغداد للخطيب : 171/3، العلل المتناهية لابن

الجوزي: 1/227، تاريخ دمشق لابن عساكر: 42/253)

تبصرہ :

یہ سند بھی ”ضعیف“ ہے، کیونکہ ابوالہندی راوی ”مجهول“ ہے۔

✿ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

مَجْهُولٌ، وَاسْمُهُ لَا يُعْرَفُ .

”یہ مجهول ہے۔ اس کا تو نام بھی معلوم نہیں۔“

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : لَا يُعْرَفُ .

”یہ غیر معروف راوی ہے۔“ (میزان الاعتدال : 4/583)

④ عن إسماعيل بن سلمان الأزرق عنه ---- .

(التاريخ الكبير للبخاري: 1/358، مسند البزار: 7547)

تبصرہ :

یہ سند سخت ترین ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس کا راوی اسماعیل بن سلمان ازرق سخت

”ضعیف“ ہے۔

اسے امام یحییٰ بن معین، امام ابو زرہ رازی، امام ابو حاتم رازی، امام نسائی، امام ابن نمیر، امام دارقطنی، امام یعقوب بن سفیان فسوی، امام ابن حبان اور جمہور محدثین کرام رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ اور ”متروک“ قرار دیا ہے۔

① عثمان الطویل عن أنس ---- .

(التاریخ الكبير للبخاري: 3/2، تاریخ دمشق لابن عساکر: 250/42)

تبصرہ :

یہ سند بھی ”ضعیف“ ہے، کیونکہ:

① اس کا راوی عثمان الطویل ”متکلم فیہ“ ہے۔

✽ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے الثقات (157/5) میں ذکر کرنے کے بعد

لکھتے ہیں: رَبَّمَا أَخْطَأَ. ”کبھی غلطی کر جاتا ہے۔“

✽ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هُوَ شَيْخٌ.

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 173/6)

✽ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عُثْمَانُ الطَّوِيلُ عَزِيزُ السَّنَدِ، إِنَّمَا لَهُ هَذَا وَآخَرُ عَنْ أَنَسٍ .

”عثمان الطویل کی سند عزیز (دو واسطوں والی) ہے۔ اس کی ایک یہ روایت

ہے، دوسری ایک روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہے۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: 166/3، وفي نسخة: 1026/3، ترجمة رفيع أبي العالية)

✽ امام شعبہ رحمہ اللہ نے اس سے روایت لی ہے، لیکن امام بزار رحمہ اللہ فرماتے

ہیں:

عَنْ أَنَسٍ مِّنْ وَجْهِهِ، وَكُلُّ مَنْ رَوَاهُ عَنْ أَنَسٍ، فَلَيْسَ بِالْقَوِيٍّ .
 ”اس روایت کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے،
 البتہ جو بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کرتا ہے، وہ قوی نہیں۔“

(مسند البزار: 7548)

✽ امام خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَمَا رَوَى حَدِيثَ الطَّيْرِ ثِقَةً .
 ”حدیث الطیر کسی بھی ثقہ راوی نے بیان نہیں کی۔“ (الإرشاد: 420/1)
 لہذا اس کا ضعف ہی رائج ہے۔

② امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
 وَلَا يُعْرَفُ لِعُثْمَانَ سَمَاعٌ مِّنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ .
 ”عثمان الطویل کا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔“

(التاریخ الكبير: 3/2)

لہذا یہ سند ”انقطاع“ کی بنا پر بھی ”ضعیف“ ہے۔
 ⑨ عن محمد بن عياض، عن يحيى بن حسان، عن سليمان
 ابن بلال، عن يحيى بن سعيد عن أنس ---- .

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 130/3)

تبصرہ :

اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ:

① اس میں ابن عیاض راوی ”مجهول“ ہے۔

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

فَلَا أَعْرِفُهُ . ”میں اسے نہیں جانتا۔“ (میزان الاعتدال: 3/465)

✽ حافظ بیٹھی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: وَلَمْ أَعْرِفْهُ .

”میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔“ (مجمع الزوائد: 9/125)

② محمد بن احمد بن عیاض بن ابوطیبہ راوی بھی ”مجهول الحال“ ہے۔

لہذا امام حاکم رحمۃ اللہ کا اس روایت کو ”بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح“ کہنا تساہل پر مبنی ہے۔

✽ ان کے رد میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

وَهَذَا فِيهِ نَظَرٌ . ”امام حاکم کی یہ بات محل نظر ہے۔“

(البدایۃ والنہایۃ: 7/387)

⑩ عن إسماعيل بن سليمان الرازي، عن عبد الملك بن أبي

سليمان، عن عطاء عن أنس ---- .

(المعجم الكبير للطبراني: 7462، تاريخ بغداد للخطيب: 9/36، العلل

المتناهية لابن الجوزي: 1/227، ح: 365)

تبصرہ :

یہ سند بھی باطل ہے، کیونکہ:

① اس میں کئی ”مجهول“ راویوں نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ اس روایت

کی صحت کے مدعی پر تمام راویوں کی توثیق پیش کرنا واجب ہے۔

② اسماعیل بن سلیمان رازی کے بارے میں:

✽ امام عقیلی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

الْغَالِبُ عَلَى حَدِيثِهِ الْوَهْمُ . ”اس کی حدیث پر وہم کا غلبہ ہے۔“

(الضعفاء الكبير: 82/1)

مذکورہ بالا حدیث اور ایک دوسری حدیث ذکر کرنے کے بعد امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَلَاهُمَا لَا يَتَّبَعُ عَلَيْهِ، وَلَيْسَا بِمَحْفُوظَيْنِ .

”ان دونوں روایتوں کی متابعت نہیں ملتی۔ یہ دونوں غیر محفوظ ہیں۔“

(الضعفاء الكبير: 82/1)

حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَهَذَا لَا يَصِحُّ، وَفِيهِ مَجَاهِيلٌ، لَا يُعْرَفُونَ .

”یہ روایت صحیح نہیں۔ اس میں ایسے مجہول راوی ہیں، جن کی معرفت نہیں ہو سکتی۔“ (العلل المتناہیة: 227/1، ح: 365)

⑪ عن مسلم بن كيسان، عن أنس ---- .

(الموضح للخطيب البغدادي: 398/2، العلل المتناہیة لابن الجوزي: 236/1،

تاریخ دمشق لابن عساکر: 256/42، مناقب علي بن أبي طالب لابن المغازلي: 398)

تبصرہ:

اس کی سند سخت ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس کا راوی مسلم بن کیسان اعور جمہور محدثین کرام کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَضَعَّفَهُ جَمَاعَةٌ كَثِيرُونَ .

”محدثین کی ایک کثیر جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔“

(مجمع الزوائد: 29/1)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يَتَكَلَّمُونَ فِيهِ .

”محدثین کرام نے اس پر جرح کی ہے۔“ (التاریخ الكبير: 271/7)

✽ امام فلاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ جَدًّا**.

”یہ سخت منکر الحدیث راوی ہے۔“ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 192/8)

✽ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يَتَكَلَّمُونَ فِيهِ، وَهُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ.

”اس پر محدثین نے جرح کی ہے اور یہ ضعیف الحدیث راوی ہے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 192/8)

✽ امام ابوزرعة رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ ”ضعیف الحدیث“ ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 192/8)

✽ امام احمد بن حنبل، امام نسائی، امام جوزجانی، امام یحییٰ بن معین اور جمہور

محدثین رحمۃ اللہ علیہم اسے ”ضعیف“ ہی کہتے ہیں۔

✽ امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **وَالضَّعْفُ عَلَى رِوَايَاتِهِ بَيِّنٌ**.

”اس کی روایات میں ضعف واضح نظر آتا ہے۔“

(الكامل في ضعفاء الرجال: 308/6، ت: 1796)

✽ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اخْتَلَطَ فِي آخِرِ عُمُرِهِ، كَانَ لَا يَذَرِي مَا يُحَدِّثُ بِهِ، فَجَعَلَ

يَأْتِي بِمَا لَا أَصْلَ لَهُ عَنِ الثِّقَاتِ، فَاخْتَلَطَ حَدِيثُهُ وَلَمْ يَتَمَيَّزْ.

”یہ آخری عمر میں حافظے کے اختلاط کا شکار ہو گیا تھا، اس کو پتہ ہی نہیں چلتا تھا

کہ اس نے کیا بیان کیا ہے۔ چنانچہ اس نے ثقہ راویوں سے منسوب کر کے

بے اصل روایات بیان کر دیں۔ یوں اس کی بیان کردہ روایات خلط ملط ہو گئیں اور صحیح وضعیف میں تمیز نہیں ہو سکی۔“ (المجروحین: 8/3)

⑫ عن إبراهيم بن ثابت البناني، عن أنس ---- .

(الضعفاء الكبير للعقيلي: 46/1، المستدرک للحاکم: 131/3)

تبصرہ :

یہ سخت ”ضعیف“ سند ہے، کیونکہ اس کے راوی ابراہیم بن ثابت قضا ربصری کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ضَعِيفٌ جَدًّا .

”یہ سخت ضعیف راوی ہے۔“ (المغنی فی الضعفاء: 10/1)

نیز فرماتے ہیں کہ یہ ”ساقط“ راوی ہے۔ (تلخیص المستدرک: 131/3)

⑬ عن بشر بن الحسين، عن الزبير بن عدي عن أنس ---- .

(أخبار أصبهان لأبي نعيم الأصبهاني: 232/1، تاریخ دمشق لابن عساکر :

252/42، مناقب علی بن ابی طالب لابن المغازلی: 163)

تبصرہ :

یہ سند بھی باطل ہے۔ کیونکہ اس کے راوی بشر بن حسین اصہبانی کے بارے میں: امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَشْرُ بْنُ حُسَيْنٍ أَصْبَهَانِيٌّ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، وَلَهُ عَنْهُ نُسْخَةٌ مَوْضُوعَةٌ، وَالزُّبَيْرُ ثِقَةٌ .

”بشر بن حسین اصہبانی زبیر بن عدی سے بیان کرتا ہے، زبیر بن عدی تو ثقہ ہیں، لیکن بشر نے ان سے منسوب کر کے موضوع روایات پر مشتمل ایک نسخہ

بنایا ہوا ہے۔“ (الضعفاء والمتروكون: 126)

یہی بات امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہی ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 355/2)

✽ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فِيهِ نَظَرٌ .

”اس پر محدثین کی جرح موجود ہے۔“ (التاريخ الصغير: 26/2)

✽ امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَعَامَّةُ حَدِيثِهِ لَيْسَ بِالْمَحْفُوظِ .

”اس کی اکثر روایات غیر محفوظ ہیں۔“ (الکامل في ضعفاء الرجال: 11/2)

نیز انہوں نے اسے ”ضعیف“ بھی کہا ہے۔ (الکامل: 11/2)

✽ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يُرْوِي عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ بِنُسخَةٍ مَوْضُوعَةٍ .

”یہ زبیر بن عدی سے موضوع روایات پر مشتمل نسخہ سے بیان کرتا ہے۔“

(المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين: 190/1)

✽ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يُرْوِي عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَغَيْرِهِ كِتَابًا

يَزِيدُ عَدَدَهُ عَلَى مِائَةٍ وَخَمْسِينَ حَدِيثًا، أَكْثَرُهَا مَوْضُوعَةٌ .

”یہ زبیر بن عدی کے واسطے سے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایات

بیان کرتا ہے۔ اس کے پاس ایک کتاب تھی، جس میں ایک سو پچاس سے زائد

روایات تھیں۔ ان میں سے اکثر من گھڑت تھیں۔“

(المدخل إلى الصحيح، ص: 123)

یہ روایت بھی بشر نے زبیر بن عدی سے بیان کی ہے، لہذا یہ روایت جھوٹی ہے۔

۱۳) عن عبد الله بن محمد بن عمار، عن مالك، عن

إسحاق بن عبد الله، عن أنس ---- .

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء لأبی نعیم الأصبہانی: 339/6، العلل المتناہیۃ

لابن الجوزی: 1/225)

تبصرہ :

یہ ”ضعیف“ سند ہے، کیونکہ ابن عمارہ راوی کے بارے میں :

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

مَسْتُورٌ، مَا وَثَّقَ وَلَا ضَعَّفَ .

”یہ مستور راوی ہے۔ اس کی نہ توثیق کی گئی ہے، نہ تضعیف۔“

(میزان الاعتدال: 2/489)

✽ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

أُورِدَ لَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ فِي الْغَرَائِبِ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَنَسٍ، حَدِيثَ الطَّيْرِ، وَهُوَ مُنْكَرٌ، وَقَالَ : تَفَرَّدَ ابْنُ عَمَارَةَ عَنْ مَالِكٍ، وَغَيْرُهُ أَثْبَتَ مِنْهُ .

”امام دارقطنی رحمہ اللہ نے حدیث الطیر کو اپنی کتاب الغرائب میں مالک عن

اسحاق بن عبد اللہ عن انس کی سند سے نقل کیا ہے۔ یہ منکر روایت ہے۔ امام

دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مالک سے بیان کرنے میں ابن عمارہ منفرد ہے، یہ

ضعیف راوی ہے۔“ (لسان المیزان: 336/3)

⑮ عن أبي مكيس دينار، عن أنس ---- .

(تاریخ جرجان للسهمي، ص: 169، تاریخ بغداد للخطیب: 382/8، العلل

المتناهية لابن الجوزي: 229/1)

تبصرہ :

یہ سند بھی جھوٹی ہے، کیونکہ ابو مکیس دینار کے بارے میں :

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

سَاقِطٌ . ”یہ سخت ضعیف راوی ہے۔“ (المغنی فی الضعفاء: 224/1)

نیز فرماتے ہیں : عَنْ أَنَسٍ، ذَاكَ التَّالِفُ الْمُتَّهَمُ .

”یہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایات بیان کرتا ہے۔ سخت ضعیف اور متہم بالکذب

ہے۔“ (میزان الاعتدال: 30/2)

✽ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، ذَاهِبُ الْحَدِيثِ، شِبْهُ الْمَجْهُولِ .

”اس کی بیان کردہ احادیث منکر اور سخت ضعیف ہیں۔ یہ مجہول جیسا ہے۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال: 109/3، 112)

⑯ عن يغنم بن سالم، عن أنس ---- .

(فضائل الخلفاء الراشدين لأبي نعيم الأصبهاني: 50، مناقب علي بن أبي طالب

لابن المغازلي: 164، 171)

تبصرہ :

یہ جھوٹی سند ہے، کیونکہ یغتم بن سالم راوی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سخت جھوٹا راوی تھا۔ (المغنی فی الضعفاء: 2/760)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شَيْخٌ يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ .

”یہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب کر کے جھوٹی روایات بیان کرتا ہے۔“

(المجروحین: 3/145)

⑫ عن عليّ بن الحسن، حدّثنا خلیل بن دعلج، عن قتادة عن أنس ---- .

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 250/42، مناقب علی بن ابی طالب لابن

المغازلی: 169)

تبصرہ:

یہ بھی جھوٹی سند ہے، کیونکہ:

① اس کے راوی علی بن حسن سامی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ فِي عِدَادِ الْمَتْرُوكِينَ .

”اس کا شمار متروک راویوں میں ہوتا ہے۔“ (میزان الاعتدال: 3/160)

② خلیل بن دعلج راوی کو امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام دارقطنی،

امام ابو حاتم رازی، امام عقیلی، امام ابن حبان اور جمہور محدثین رحمہم اللہ نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

③ قتادہ بن دعامہ تابعی ”مدلس“ ہیں جو کہ لفظ ”عن“ سے بیان کر رہے ہیں اور ان کے سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

①۸

عن خالد بن عبيد، عن أنس ---- .

(منقب علي بن أبي طالب لابن المغازلي: 173، العلل المتنافية لابن الجوزي: 1/229)

تبصره :

یہ سند بھی باطل ہے، کیونکہ اس کے راوی خالد بن عبیدعتکی کے بارے میں :

✽ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں : فِيهِ نَظَرٌ .

”اس پر جرح کی گئی ہے۔“ (التاریخ الصغیر : 3/162)

✽ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

يُرْوَى عَنْ أَنَسٍ بِنُسخَةٍ مَوْضُوعَةٍ، مَا لَهَا أَصْلٌ، يَعْرِفُهَا مَنْ لَيْسَ الْحَدِيثُ صَنَاعَتُهُ أَنَّهَا مَوْضُوعَةٌ، لَا تَحِلُّ كِتَابَةُ حَدِيثِهِ؛ إِلَّا عَلَى جِهَةِ التَّعَجُّبِ .

”یہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب کر کے ایک موضوع و من گھڑت روایات پر مشتمل نسخہ روایت کرتا ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ جو حدیث میں مہارت نہیں رکھتا، وہ بھی جانتا ہے کہ یہ نسخہ موضوع (من گھڑت) ہے۔ اس کی حدیث کو لکھنا جائز ہی نہیں ہے۔ ہاں! مگر برائے تعجب لکھا جاسکتا ہے۔“

(المجروحین: 1/279)

✽ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

حَدَّثَ عَنْ أَنَسٍ بِأَحَادِيثَ مَوْضُوعَةٍ .

”اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے جھوٹی روایات منسوب کی ہیں۔“

(المدخل إلى الصحيح، ص: 133، ت: 48)

❁ امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَ عَنْ أَنَسٍ بِأَحَادِيثَ مَوْضُوعَةٍ، لَا شَيْءَ .

”اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے جھوٹی روایات منسوب کی ہیں۔ اس کی بیان کردہ

بات کا کوئی اعتبار نہیں۔“ (الضعفاء: 57)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَى حَدِيثِهِ .

”اس کی روایات منکر ہیں۔“ (الضعفاء الكبير: 10/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ مَعَ جَلَالَتِهِ .

”اپنے مقام و مرتبے کے باوجود اس کی روایت متروک ہوتی ہے۔“

(تقريب التهذيب: 1654)

①٩ عن عبد الله بن زياد أبي العلاء، عن علي بن زيد، عن

سعيد بن المسيب، عن أنس ---- . (تاريخ دمشق لابن عساكر: 248/42)

تبصرہ:

یہ سخت ”ضعیف“ سند ہے، کیونکہ:

① عبد اللہ بن زیاد کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ”منکر الحدیث“ قرار دیا ہے۔

(التاريخ الكبير: 95/5)

② علی بن زید بن جدعان راوی جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

اسے حافظ یثمی (مجمع الزوائد: 209/8)، علامہ بوصیری، (مصباح الزجاجة

: 84)، علامہ ابن العراقی (طرح التثريب: 77/2) اور علامہ بقاعی (نظم الدرر في

تناسب الآيات والسور: (524/4) ﷺ نے جمہور کے نزدیک ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔
یہ ضعیف، مختلط اور ناقابل حجت راوی ہے۔ کسی نے اسے واضح طور پر ثقہ نہیں کہا۔
③ صالح بن عبد الکبیر بن شیب ”مجهول“ ہے۔

لہذا امام ابن شاہین رحمہ اللہ (تاریخ دمشق لابن عساکر: 249/42) کا اس حدیث کو ”حسن“ کہنا صحیح نہیں۔

④ عن میمون أبي خلف، عن أنس ---- .

(التاریخ الكبير للبخاري: 358/1، الضعفاء الكبير للعقيلي: 189/4، تاریخ دمشق لابن عساکر: 251/42)

تبصرہ :

یہ سخت ”ضعیف“ سند ہے، کیونکہ اس کے راوی میمون بن جابر ابو خلف کے بارے میں:
حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: لَا شَيْءَ . ”اس کا کوئی اعتبار نہیں۔“

(المغني في الضعفاء: 690/2)

⑤ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَلَا يَصِحُّ حَدِيثُهُ .

”اس کی بیان کردہ روایت صحیح نہیں ہوتی۔“ (الضعفاء الكبير: 188/4)

⑥ عن عبد الله بن ميمون، عن جعفر بن محمد، عن أبيه،

عن أنس ---- .

(طبقات المحدثين لأبي الشيخ: 924، العلل المتناهية لابن الجوزي: 232/1)

تبصرہ :

یہ بھی سخت ”ضعیف“ سند ہے، کیونکہ اس کے راوی عبد اللہ بن میمون قراح کے

بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، مَتْرُوكٌ .

”یہ منکر الحدیث اور متروک راوی ہے۔“ (تقریب التہذیب: 3653)

22 عن محمد بن زكريا بن ذويد، عن حميد الطويل، عن

أنس ---- . (مناقب علي بن أبي طالب لابن المغازلي: 156)

تبصرہ :

یہ باطل سند ہے، کیونکہ اس کے راوی محمد بن زکریا کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَى عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ خَبْرًا بَاطِلًا، وَالرَّأَوِي عَنْهُ؛ هُوَ عَلِيُّ
بْنُ صَدَقَةَ الْجَوْهَرِيُّ، لَا أَعْرِفُهُ .

”اس نے حمید طویل سے منسوب کر کے جھوٹی روایت بیان کی ہے۔ اس سے
علی بن صدقہ جوہری بیان کرتا ہے۔ میں اُسے نہیں جانتا۔“

(میزان الاعتدال: 549/3)

②٣ عن الحسن بن عبد الله الثقفى، عن نافع، عن أنس ---- .

(مناقب علي بن أبي طالب لابن المغازلي: 167)

تبصرہ :

یہ بھی باطل سند ہے، کیونکہ:

① اس کے راوی حسن بن عبد اللہ ثقفی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں کہ یہ ”منکر الحدیث“ ہے۔ (میزان الاعتدال: 501/1)

نیز انہوں نے اسے ”متروک“ بھی کہا ہے۔ (المغنی فی الضعفاء: 2/693)

② نافع بن ہر مز بھی ”ضعیف و متروک“ راوی ہے۔

✽ اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے (الضعفاء: 549) میں ذکر کیا ہے۔

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ضَعَفَهُ أَحْمَدُ وَجَمَاعَةٌ، وَكَذَّبَهُ ابْنُ مَعِينٍ مَرَّةً، وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ:
مَتْرُوكٌ، ذَاهِبُ الْحَدِيثِ، وَقَالَ النَّسَائِيُّ: لَيْسَ بِثِقَةٍ.

”امام احمد رحمہ اللہ اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ اس کو جھوٹا کہا ہے۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے متروک اور ذاہب الحدیث کہا ہے۔ نیز امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔“ (میزان الاعتدال: 4/243)

②③ عن محمد بن سليم، عن أنس ---- .

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 4/253)

تبصرہ :

یہ ”ضعیف“ سند ہے، کیونکہ محمد بن سلیم راوی ”مجهول“ ہے۔

✽ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ”مجهول“ قرار دیا ہے۔

(لسان المیزان: 5/192)

②⑤ عن عبد الله بن المثنى، عن ثمامة، عن أنس ---- .

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 42/253، العلل المتناهية لابن الجوزي: 1/231)

تبصرہ :

یہ سند باطل ہے، کیونکہ:

① ابن عساکر کی سند میں عبدالسلام بن راشد ہے، جس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا يُدْرِي مَنْ ذَا؟ ”کوئی پتہ نہیں کہ یہ کون ہے۔“
(المغني في الضعفاء: 394/1)

العلل المتناهية لابن الجوزي والی سند میں عباس بن بکار ہے، جس کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بَصْرِيٌّ كَذَّابٌ .
”یہ بصری کذاب ہے۔“ (الضعفاء والمتروكون: 424)

② عن سالم مولى عمر بن عبيد الله، عن أنس ---- .
(العلل المتناهية لابن الجوزي: 230/1)

تبصرہ :

یہ جھوٹی سند ہے، کیونکہ اس کی سند میں احمد بن سعید بن فرقد راوی ہے، جس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَى حَدِيثَ الطَّيْرِ بِإِسْنَادٍ الصَّحِيحَيْنِ، فَهُوَ مُتَّهَمٌ بِوَضْعِهِ .

”اس نے حدیث الطیر کو بخاری و مسلم کی سندوں سے روایت کیا ہے، مگر وہ خود اس پر اس حدیث کو گھڑنے کا الزام ہے۔“ (میزان الاعتدال: 100/1)

④ عن مفضل بن صالح، عن الحسن بن الحكم، عن

أنس ---- . (العلل المتناهية لابن الجوزي: 231/1)

تبصرہ :

یہ باطل سند ہے، کیونکہ مفضل بن صالح اسدی کو امام بخاری (التاریخ الكبير: 264/2)

اور امام ابو حاتم رازی (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 317/8) نے ”منکر الحدیث“ قرار دیا ہے۔

✽ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ بِذَاكَ الْحَافِظُ .

”محمد شین کرام کے نزدیک اس کا حافظ مضبوط نہیں۔“ (سنن الترمذی: 2592)

✽ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، كَانَ مِمَّنْ يَرَوِي الْمَقْلُوبَاتِ عَنِ الثَّقَاتِ، حَتَّى يَسْبِقُ إِلَى الْقَلْبِ أَنَّهُ كَانَ الْمُتَعَمِّدُ لَهَا مِنْ كَثَرَتِهِ، فَوَجَبَ تَرْكُ الْإِحْتِجَاجِ بِهِ .

”یہ منکر الحدیث راوی ہے، ثقہ راویوں سے مقلوب روایتیں بیان کرتا ہے، اس کی کثرت روایات سے یہ گمان ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے۔ اس کی بیان کردہ روایت کو ترک کر دینا واجب ہے۔“ (المجروحین: 32/3)

✽ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(تقریب التہذیب: 6854)

④٨ عن حمّاد، عن إبراهيم النخعي، عن أنس ---- .

(أسد الغابة لابن الأثير: 30/4)

تبصرہ :

یہ موضوع (من گھڑت) سند ہے، کیونکہ:

① اس میں محمد بن اسحاق بن ابراہیم اہوازی ”مہتمم بالوضع“ راوی ہے۔

(دیکھیں: میزان الاعتدال للذهبي: 478/3)

② اس میں کئی اور علل قاذحہ بھی موجود ہیں۔

②۹ عن عبد الملك بن أبي سليمان، عن أنس ---- .

(التاريخ الكبير للبخاري: 3/2، مناقب علي بن أبي طالب لابن المغازلي: 157)

تبصرہ :

یہ روایت ”انقطاع“ کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے، جیسا کہ:

❁ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ أَنَسٍ مُرْسَلٌ .

”عبد الملک بن ابی سلیمان کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوتی ہے۔“

(المراسیل لابن أبي حاتم: 132)

③۰ عن يحيى بن أبي كثير، عن أنس ---- .

(المعجم الكبير للطبراني: 206/2، 207، ح: 1744)

تبصرہ :

اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ:

① یحییٰ بن ابی کثیر ”مدلس“ ہیں اور لفظ ”عن“ سے بیان کر رہے ہیں، ان

کے سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

یاد رہے کہ صحیح بخاری و مسلم کے علاوہ ”مدلس“ کا ”معنعنہ“ نام مقبول ہوتا ہے، تاوقتیکہ

کسی اور جگہ اس کے سماع کی تصریح یا کوئی ثقہ متابع مل جائے۔

② یحییٰ بن ابی کثیر کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

(تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل للعراقي : 346، 347)

③١ عن خالد بن عبيد أبي عصام، عن أنس ---- .

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي : 25/3)

تبصرہ :

اس کی سند باطل ہے، کیونکہ اس میں خالد بن عبيد عتکی ”متروک“ راوی موجود ہے۔
اس کے بارے میں گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

③٢ عن عمر بن عبد الله بن يعلى بن مرة، عن أبيه، عن جدّه، وعن أنس ---- .

(تاریخ بغداد للخطیب : 11/376، العلل المتناهية لابن الجوزي : 1/230)

تبصرہ :

یہ سخت ”ضعیف“ سند ہے، کیونکہ اس کے راوی عمر بن عبد اللہ بن یعلیٰ کونقاہ و محدثین امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم رازی، امام ابو زرہ رازی، امام بخاری، امام نسائی، امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہم اللہ نے ”ضعیف و مجروح“ قرار دیا ہے۔
امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ”متروک“ کہا ہے۔

(الضعفاء والمتروكون : 376)

③٣ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں : مُنْكَرُ الرَّوَايَةِ عَنْ أَبِيهِ .

”اس کی اپنے باپ سے بیان کردہ روایات منکر ہیں۔“ (المجروحین : 2/91)

یہ روایت بھی وہ اپنے باپ ہی سے بیان کر رہا ہے۔

③٣ عن عبد الله بن المثنى، عن أبان، عن أنس ---- .

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 406/37)

تبصرہ :

یہ باطل سند ہے، کیونکہ:

- ① ابان بن ابو عیاش راوی بالاتفاق ”متروک الحدیث“ ہے۔
- ② ابوالولید ہاشم بن احمد بن مسرور راوی کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔
- ③ عبید اللہ بن اسحاق بن سہل سنجاری کی توثیق درکار ہے۔
- ④ اس سند میں اور بھی خرابیاں ہیں۔
- ⑤ عن الحسن، عن أنس بن مالك ---- .

(المعجم الأوسط للطبرانی: 146/8، ح: 9372)

تبصرہ :

یہ باطل سند ہے، کیونکہ:

- ① امام طبرانی رحمہ اللہ کا استاذ ہارون بن محمد بن مغل واسطی ”مجہول“ ہے۔
- ② موسیٰ بن سعد بصری راوی بھی ”مجہول“ ہے۔
- ③ حفص بن عمر عدنی راوی جمہور محدثین کے نزدیک سخت ”ضعیف“ ہے۔
- ④ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ضَعْفُهُ الْجُمْهُورُ .
- ”جمہور محدثین کرام نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔“

(تخریج أحادیث الإحياء: 4272)

④ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ”متروک“ کہا ہے۔

(العلل للدارقطني: 245/1)

③ امام حسن بصری ”مذلس“ ہیں اور انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

یہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث کی تمام سندیں ہیں، جن کی حقیقت ہم نے واضح کر دی ہے۔

✽ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَهَذِهِ طُرُقٌ مُتَعَدِّدَةٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَكُلٌّ مِنْهَا فِيهِ ضَعْفٌ وَمَقَالٌ.

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی یہ مختلف سندیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک میں ضعف اور مقال ہے۔“ (البدایۃ والنہایۃ: 353/7)

✽ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس روایت کے دفاع میں یہ کہا کہ:

وَقَدْ رَوَاهُ عَنْ أَنَسٍ أَكْثَرُ مِنْ ثَلَاثِينَ نَفْسًا.

”اس روایت کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے تیس سے زائد راویوں نے بیان کیا ہے۔“

تو ان کے رد و جواب میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا:

فَصِلَهُمْ بِثِقَةٍ يَصِحُّ الْإِسْنَادُ إِلَيْهِ.

”ان میں سے کوئی ایک ثقہ راوی ایسا بتا دیں، جس تک صحیح سند پہنچ رہی ہو۔“

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: 351/7)

حدیث سفینہ :

اس حدیث کی تین سندیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا حال پیش خدمت ہے:

① عن مطير، عن ثابت البجلي، عن سفينة ---- .

(مسند أبي يعلى، كما في المطالب العالیة: 3936، فضائل الصحابة لأحمد بن

حنبل: 945، تاریخ دمشق لابن عساکر: 258/42)

تبصرہ :

یہ باطل سند ہے، کیونکہ اس کا راوی مطیر بن ابو خالد ”متروک“ ہے۔

✽ امام بخاری رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَلَا يَصِحُّ حَدِيثُهُ. ”اس کی روایت صحیح نہیں ہے۔“

(الضعفاء الكبير للعقيلي: 252/4، وسنده صحيح)

✽ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ. ”یہ متروک الحدیث راوی ہے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 394/8)

✽ امام ابوزرعة رازی رحمہ اللہ نے اسے ”ضعیف الحدیث“ کہا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 394/8)

✽ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے الضعفاء والمتروکون (503) میں ذکر کیا ہے۔

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ”متروک“ کہا ہے۔

(میزان الاعتدال: 129/4، ت: 8597)

② عن بريدة بن سفیان، عن سفينة ---- .

(مسند البزار: 3841، تاریخ دمشق لابن عساکر: 258/42، مناقب علي بن أبي

طالب لابن المغازلي: 175)

تبصرہ :

اس کی سند باطل ہے، کیونکہ بریدہ بن سفیان جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

اس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس میں کلام ہے۔“ (التاریخ الكبير: 141/2)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَهُ بَلِيَّةٌ تُحْكِي عَنْهُ.

”اس سے ایک جھوٹی روایت نقل کی جاتی ہے۔“ (العلل: 1500)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ”متروک“ کہا ہے۔

(الضعفاء والمتروكون: 134)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ضَعِيفُ الْحَدِيثِ.

”یہ ضعیف الحدیث راوی ہے۔“ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 424/3)

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هَذَا لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ.

”یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔“ (السنن الكبرى: 877)

حافظ جوزجانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: رَدِيءُ الْمَذْهَبِ.

”یہ غلط مذہب کا پیروکار ہے۔“ (أحوال الرجال: 205)

③ عن سليمان بن قرم، عن فطر بن خليفة، عن عبد

الرحمن بن أبي نعم، عن سفينة ----.

(المعجم الكبير للطبراني: 82/7، ح: 6437)

تبصرہ:

یہ سند باطل ہے، کیونکہ اس کا راوی سلیمان بن قرم جمہور محدثین کے نزدیک سخت ”ضعیف“ ہے۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ بِالْقَوِيِّ، وَهُوَ صَالِحٌ.

”یہ نیک آدمی ہے، مگر حدیث میں قوی نہیں ہے۔“ (سؤالات ابن ابی شیبہ: 2471)

✽ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَهُوَ ضَعِيفٌ.

”یہ کچھ بھی نہیں، ضعیف راوی ہے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 137/4، وسنده صحيح)

✽ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے اسے لَيْسَ بِالْمَتِينِ اور امام ابو زرعہ

رازی رحمہ اللہ نے لَيْسَ بِذَاكَ کہا ہے۔ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 137/4)

✽ امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے لَيْسَ بِالْقَوِيِّ کہا ہے۔

(الضعفاء والمتروكون: 251)

✽ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَافِضِيًّا غَالِيًّا فِي الرَّفْضِ، وَيَقْلِبُ الْأَخْبَارَ.

”یہ غالی رافضی تھا اور روایات کو الٹ پلٹ کر دیتا تھا۔“ (المجروحین: 1/332)

✽ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَرَى بِهِ بَأْسًا، وَلَكِنَّهُ كَانَ يَفْرِطُ فِي التَّشْيِيعِ.

”میں اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا، لیکن وہ تشیع میں افراط سے کام لیتا

تھا۔“ (الضعفاء الكبير للعقيلي: 2/136، وسنده صحيح)

✽ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ مُفْرِطٌ فِي التَّشْيِيعِ، وَلِسْلِيمَانٌ أَحَادِيثُ حَسَنٌ أَفْرَادَاتُ،

وَهُوَ خَيْرٌ مِّنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَرْقَمَ بِكَثِيرٍ .

”یہ عالی شیعہ تھا، سلیمان کی منفرد روایتیں اچھی ہیں، وہ سلیمان بن ارقم سے

بہت بہتر ہے۔“ (الکامل فی ضعفاء الرجال: 257/3)

✽ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے تعلیقاً اور امام مسلم رحمہ اللہ نے متابعت میں

روایت لی ہے۔

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(میزان الاعتدال: 580/3، ت: 7671)

✽ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سَيِّءُ الْحِفْظِ، يَتَشَيَّعُ .

”اس کا حافظہ خراب تھا اور یہ شیعہ تھا۔“ (تقریب التہذیب: 2600)

لہذا یہ راوی ”ضعیف“ ہی ہے۔

حدیث ابن عباس :

(الضعفاء الكبير للعقيلي : 82/4، 83، المعجم الكبير للطبراني : 282/10،

مناقب علي بن أبي طالب لابن المغازلي : 164، تاريخ دمشق لابن عساكر : 246/42،

المناقب للخوارزمي : 50)

تبصرہ :

یہ سند باطل ہے، کیونکہ:

① اس میں سلیمان بن قرم ”ضعیف“ راوی موجود ہے۔

② محمد بن شعیب راوی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ . ”یہ مجہول راوی ہے۔“ (میزان الاعتدال: 580/3)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ”مجہول“ کہا ہے۔



(لسان المیزان : 199/5)

طبرانی میں محمد بن سعید ہے یہ تعحیف (کتاب کی غلطی) ہے۔ صحیح عبارت محمد بن

شعیب ہی ہے۔

حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَلَمْ أَعْرِفْهُ .



”میں اسے نہیں جان پایا۔“ (مجمع الزوائد : 126/9)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:



هَذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ، مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ (سَعِيدٌ) مَجْهُولٌ .

”یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں محمد بن شعیب (سعید) مجہول

ہے۔“ (العلل المتناہية : 229/1)

امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حَدِيثُهُ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .



”اس کی حدیث غیر محفوظ ہے۔“ (الضعفاء الكبير : 82/4)

اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: الْرَّوَايَةُ فِي هَذَا؛ فِيهَا لِينٌ .

”اس روایت میں کمزوری ہے۔“ (الضعفاء الكبير : 83/4)

حدیث علی :

عن عيسى بن عبد الله بن محمد بن عمر بن علي بن أبي

طالب، حدثني أبي، عن أبيه، عن جدّه، عن عليّ ---- .

(تاریخ دمشق لابن عساکر : 245/42)

تبصرہ :

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ اس کے راوی عیسیٰ بن عبد اللہ بن عمر کو:
 امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ”متروک الحدیث“ کہا ہے۔

(سنن الدارقطني: 263/2)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ بِقَوِيِّ الْحَدِيثِ . ”یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 280/6)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُرْوَى عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ أَشْيَاءَ مَوْضُوعَةٍ، لَا يَحِلُّ الْإِحْتِجَاجُ
 بِهِ، كَأَنَّهُ كَانَ يَهُمُّ وَيُخْطِئُ، حَتَّى كَانَ يَجِيءُ بِالشَّيْءِ الْمَوْضُوعَةِ
 عَنْ أَسْلَافِهِ، فَبَطَلَ الْإِحْتِجَاجُ بِمَا يَرْوِيهِ لِمَا وَصَفْتُ .

”یہ اپنے آبا و اجداد سے من گھڑت روایتیں بیان کرتا ہے۔ اس کی بیان کردہ
 روایت کو دلیل بنانا جائز نہیں، کیونکہ یہ وہم اور خطا کا شکار تھا، یہاں تک کہ
 اس نے اپنے اسلاف سے موضوع روایتیں بیان کر ڈالیں۔ چنانچہ اس بنا پر
 اس کی روایات سے دلیل لینا باطل ہے۔“ (المجروحین: 122/2)

نیز اسے (الثقات: 492/8) میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فِي حَدِيثِهِ بَعْضُ الْمَنَاقِبِ . ”اس کی بعض روایتیں منکر ہیں۔“

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَى عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةٍ .

”یہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے اجداد سے من گھڑت روایتیں بیان کرتا

ہے۔“ (المدخل إلى الصحيح، ص: 170)

✽ امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَى عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ أَحَادِيثَ مَنَاقِيرَ، لَا يُكْتَبُ حَدِيثُهُ،
لَا شَيْءٌ.

”یہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے اجداد سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے، اس کی حدیث کو نہ لکھا جائے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔“ (الضعفاء: 175)

✽ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَعَامَّةُ مَا يَرْوِيهِ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ.

”اس کی اکثر روایات منکر ہیں۔“ (الکامل في ضعفاء الرجال: 245/5)

✽ جب امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کے بارے میں لکھا کہ:

صَحَّحَ الرَّوَايَةَ عَنْ عَلِيٍّ.

”سیدنا علی رحمہ اللہ سے یہ روایت ثابت ہے۔“ (المستدرک: 131/3)

تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں ان کا رد کیا کہ:

لَا، وَاللَّهِ، مَا صَحَّ شَيْءٌ مِّنْ ذَلِكَ.

”اللہ کی قسم! اس بارے میں کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔“

(البداية والنهاية لابن كثير: 351/7)

حدیث یعلیٰ بن مرّة :

✽ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ رَوَى مِنْ حَدِيثِ يَعْلَى بْنِ مُرَّةٍ، وَالْإِسْنَادُ إِلَيْهِ مُظْلِمٌ،

وَرُوِيَ مِنْ حَدِيثِ حَبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ، وَلَا يَصِحُّ أَيُّضًا، وَمِنْ حَدِيثِ أَبِي رَافِعٍ نَحْوُهُ، وَلَيْسَ بِصَحِيحٍ.

”اس بارے میں یعلیٰ بن مرہ کی حدیث بھی مروی ہے، لیکن اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ اسی طرح حبشی بن جنادہ کی حدیث بھی ہے، وہ بھی ثابت نہیں۔ ابورافع کی حدیث بھی مروی ہے اور وہ بھی صحیح نہیں۔“

(البدایة والنهاية : 354/7)

متن کا اضطراب :

اس حدیث کی سند کا حال تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اس کی کوئی ایک بھی سند اصولِ محدثین کے مطابق پایہ صحت کو نہیں پہنچتی۔ صرف سند کا ہی مسئلہ نہیں، اس کے متن میں بھی اضطراب و اختلاف پایا جاتا ہے۔

① پہلا اختلاف یہ ہے کہ یہ کون سا پرندہ تھا؟ مسند ابویعلیٰ اور ابن عدی کی روایت میں جل، ابن عساکر کی روایت، جو سیدنا علیؑ سے مروی ہے، اس میں حباری، ابن المغازلی کی روایت، جو سیدنا انسؓ سے مروی ہے، اس میں یعاقیب اور ابن المغازلی ہی کی ایک روایت میں نحامہ، جبکہ ابن عساکر کی ایک روایت میں دجاجة کا ذکر ہے۔

② پرندے کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ بعض روایات میں اطيّار بعض میں طوائر اور بعض میں نحامات کا ذکر ہے۔

③ اس میں بھی اختلاف ہے کہ پرندہ کس نے ہدیہ کیا تھا؟ عقیلی اور طبرانی کی روایت میں سیدہ ام ایمنؓ کا ذکر ہے، ابن عساکر اور ابن المغازلی کی روایت میں انصار کی ایک عورت کا ذکر ہے۔ یہ بات تو طے ہے کہ سیدہ ام ایمنؓ انصار یہ نہیں تھیں۔

اس پر سہاگہ یہ کہ اس روایت کو بلحاظ سند بہت سے ائمہ محدثین نے ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

محدثین کرام اور حدیث طیر :

① امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَهَذَا الْبَابُ؛ الرَّوَايَةُ فِيهَا لَيِّنٌ وَضَعِيفٌ، وَلَا نَعْلَمُ فِيهِ شَيْئًا ثَابِتًا.

”اس بارے میں منقول تمام روایات میں کمزوری اور ضعف ہے۔ ہمارے علم

کے مطابق اس سلسلے میں کچھ بھی ثابت نہیں۔“ (الضعفاء الكبير: 46/1)

نیز فرماتے ہیں : طُرُقُ هَذَا الْحَدِيثِ فِيهَا لَيِّنٌ .

”اس حدیث کی سندوں میں کمزوری ہے۔“ (الضعفاء الكبير: 189/4)

② امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

رَوَى عَنْ أَنَسٍ مِّنْ وَجْهِهِ، وَكُلُّ مَنْ رَوَاهُ عَنْهُ؛ فَلَيْسَ بِالْقَوِيَّ .

”اس روایت کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے،

البتہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اسے بیان کرنے والے راویوں میں سے کوئی بھی قوی

نہیں۔“ (مسند البزار: 7848)

③ امام خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَمَا رَوَى فِي حَدِيثِ الطَّيْرِ ثَقَّةٌ، رَوَاهُ الضُّعَفَاءُ، مِثْلُ: إِسْمَاعِيلِ

ابْنِ سُلَيْمَانَ الْأَزْرَقِ وَأَشْبَاهِهِ، وَيَرُدُّهُ جَمِيعُ أئِمَّةِ الْحَدِيثِ .

”حدیث طیر کو کسی ایک بھی ثقہ راوی نے بیان نہیں کیا۔ اسے صرف ضعیف

راوی بیان کرتے ہیں، جیسا کہ اسماعیل بن سلیمان ازرق اور اس سے ملتے

جلتے دوسرے راوی ہیں۔ تمام محدثین نے اسے رد کیا ہے۔“

(الإرشاد في معرفة علماء الحديث: 420/1)

④ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ، حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

كُلُّ طَرَقِهِ، أَيِ حَدِيثِ الطَّيْرِ، بَاطِلَةٌ مَعْلُومَةٌ.

”حدیث طیر کی تمام سندیں باطل اور معلول ہیں۔“ (العلل المتناہیة: 223/1)

⑤ حافظ محمد بن ناصر سلامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ مَوْضُوعٍ، وَإِنَّمَا جَاءَ مِنْ سُقَاطِ أَهْلِ الْكُوفَةِ، عَنْ
الْمَشَاهِيرِ وَالْمَجَاهِيلِ، عَنْ أَنَسٍ وَغَيْرِهِ.

”یہ روایت من گھڑت ہے، کیونکہ اس کو ضعیف کوئی راویوں نے مشہور اور
مجهول راویوں کے واسطے سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بیان کیا ہے۔“

(المنتظم لابن الجوزي: 275/7)

⑥ خود حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس کی سولہ سندوں میں سے ہر ایک کی
علت بیان کی اور فرمایا:

قَدْ ذَكَرَهُ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ مِنْ نَحْوِ عِشْرِينَ طَرِيقًا؛ كُلُّهَا مُظْلِمٌ،
وَفِيهَا مَطْعَنٌ.

”ابن مردویہ نے اس روایت کو تقریباً بیس سندوں سے ذکر کیا ہے، مگر وہ تمام
کی تمام سخت ضعیف ہیں اور ان میں خرابی موجود ہے۔“

(العلل المتناہیة: 233/1)

⑦ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَهُ طُرُقٌ؛ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ.

”اس کی کئی سندیں ہیں، لیکن سب کی سب ضعیف ہیں۔“

(تخریج أحادیث الإحياء، ص: 855)

⑧ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ حَدِيثَ الطَّائِرِ مِنَ الْمَكْذُوبَاتِ الْمَوْضُوعَاتِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْمَعْرِفَةِ بِحَقَائِقِ النَّقْلِ.

”حدیث طیر محققین علما اور اہل فن محدثین کے نزدیک من گھڑت اور جھوٹی

ہے۔“ (منهاج السنة: 99/4، وفي نسخة: 371/7)

⑨ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهَذَا الْحَدِيثُ قَدْ صَنَّفَ النَّاسُ فِيهِ، وَلَهُ طُرُقٌ مُتَعَدِدَةٌ، وَفِي كُلِّ مَنَهَا نَظَرٌ.

”اس حدیث پر لوگوں نے متعدد کتابیں لکھیں ہیں۔ اس کی بہت سی سندیں ہیں، لیکن ان میں سے ہر ایک میں خرابی ہے۔“

(البدایة والنهاية: 351/7، 352)

نیز مذکورہ روایت کی بعض سندوں کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَفِي جُمْلَةٍ؛ فَفِي الْقَلْبِ مِنْ صِحَّةِ هَذَا الْحَدِيثِ نَظَرٌ، وَإِنْ كَثُرَتْ طُرُقُهُ.

”خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگرچہ اس حدیث کے طرق بکثرت ہیں، مگر دل میں

اس کی صحت محل نظر ہے۔“ (البدایة والنهاية: 351/7، 354)

⑩ علامہ دمیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حَدِيثُ الطَّيْرِ؛ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَأَبُو يَعْلَى وَالْبَزَّازُ مِنْ عِدَّةِ طُرُقٍ، كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ.

”حدیث طیر کو امام طبرانی، ابو یعلیٰ اور بزار رحمہم نے متعدد سندوں سے بیان کیا ہے، لیکن وہ تمام ضعیف ہیں۔“ (حیاء الحيوان: 240/2)

⑪ علامہ شوکانی رحمہ اللہ، امام حاکم رحمہ اللہ کی تصحیح کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَأَعْتَرَضَ عَلَيْهِ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ.

”اکثر اہل علم نے امام حاکم رحمہ اللہ کے اسے صحیح کہنے پر اعتراض کیا ہے۔“

(الفوائد المجموعة، ص: 382)

⑫ علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهُ طُرُقٌ كَثِيرَةٌ؛ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ.

”اس کی بہت سی سندیں ہیں، مگر وہ تمام کی تمام ضعیف ہیں۔“

(الفوائد المجموعة للشوکانی، ص: 382)

⑬ اس حدیث کو ”ضعیف“ ثابت کرنے کے لیے علامہ ابو بکر برقانی رحمہ اللہ نے

ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ (البدایة والنهاية لابن كثير: 354/7)

صحیح حدیث کی مخالفت :

حدیث طیر ”ضعیف“ ہونے کے ساتھ ساتھ اس متفق علیہ صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:



فَقُلْتُ : أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ : «عَائِشَةُ»، قُلْتُ : مِنْ الرِّجَالِ؟ قَالَ : «أَبُوهَا»، قُلْتُ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : «عُمَرُ»، فَعَدَّ رِجَالًا، فَسَكَتُ مَخَافَةَ أَنْ يَجْعَلَنِي فِي آخِرِهِمْ.

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ، پھر میں نے پوچھا: مردوں میں سے کون ہیں؟ فرمایا: ان کے والد (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ)۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمر۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے کئی اور آدمیوں کو شمار کیا۔ میں اس ڈر سے خاموش ہو گیا کہ آپ ﷺ مجھے سب سے آخر میں ذکر کریں گے۔“

(صحیح البخاری: 4358، صحیح مسلم: 2384)

ایک اور روایت :

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتے تھے اور اللہ و رسول کے ہاں بھی محبوب تھے۔

(صحیح البخاری: 4210، صحیح مسلم: 2406)

البتہ یہ کہنا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو بالعموم سب سے زیادہ محبوب تھے، صحیح نہیں، بلکہ حقائق کا چہرہ مسخ کرنے کے مترادف ہے۔

حدیث طبر کی حالت تو آپ جان چکے ہیں کہ وہ سرے سے ثابت ہی نہیں، لیکن بعض لوگ اس سلسلے میں ایک اور حدیث بھی پیش کرتے ہیں، چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:



اِسْتَاذَنَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًّا، وَهِيَ تَقُولُ: وَاللَّهِ، قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ عَلِيًّا أَحَبُّ إِلَيْكَ مِنْ أَبِي، فَأَهْوَى إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ لِيَلْطِمَهَا، وَقَالَ: يَا ابْنَةَ فُلَانَةٍ، أَرَاكِ تَرْفَعِينَ صَوْتَكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمْسَكَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُغْضَبًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ، كَيْفَ رَأَيْتِنِي أَنْقَذْتُكَ مِنَ الرَّجُلِ؟ ثُمَّ اِسْتَاذَنَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ، وَقَدْ اصْطَلَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِشَةُ، فَقَالَ: أَدْخِلَانِي فِي السَّلَامِ، كَمَا أَدْخَلْتُمَانِي فِي الْحَرْبِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ فَعَلْنَا.

”سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بلند آواز سے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ، علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرے باپ کی نسبت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو طمانچہ رسید کرنے کے لیے بڑھے اور فرمایا: میں تیری آواز کو رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند ہوتے ہوئے سن رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو روک دیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غصے کی حالت میں

وہاں سے چلے گئے۔ نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: دیکھا، میں نے کیسے تمہیں تمہارے والد سے بچا لیا۔ بعد میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے گھر آنے کی اجازت طلب کی، تو اس وقت تک آپ ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صلح ہو چکی تھی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ دونوں مجھے بھی اپنی صلح میں بھی شریک کر لیجیے، جس طرح اپنی ناراضگی میں شریک کیا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نے ایسا کر لیا ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 275/4، فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل : 39، مسند

البرز : 3225، شرح مشكل الآثار للطحاوي : 5309)

لیکن اس کی سند ”ضعیف“ ہے۔ اس کی سند سے ابواسحاق سبعی ”مدلس“ کا واسطہ گر گیا ہے، جو کہ سنن ابو داؤد (4999) میں موجود ہے۔ بلاشبہ یہ [المزید فی متصل الأسانید] ہے۔ ایسی صورت میں واسطے سے پہلے والا راوی واسطے کے بعد والے راوی سے سماع کی تصریح کر دے، تو شبہ انقطاع ختم ہو جاتا ہے، ورنہ نہیں۔ یونس بن ابواسحاق نے عیزار بن حریش سے سماع کی تصریح نہیں کی، لہذا شبہ انقطاع کی وجہ سے یہ سند ”ضعیف“ ہی ہے۔

بالفرض اس روایت کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے، تو ثابت یہ ہو گا کہ کسی خاص موقع پر کسی خاص کام کے لیے رسول اللہ ﷺ کی نظر انتخاب سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر پڑ گئی تھی اور اسی خاص موقع کی طرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے۔ سیدہ کے ان الفاظ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ بالعموم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب تھے۔

شراح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مذکورہ دونوں احادیث میں جمع و تطبیق ان الفاظ

میں فرماتے ہیں:

وَيُمْكِنُ الْجَمْعُ بِاخْتِلَافِ جِهَةِ الْمَحَبَّةِ؛ فَيَكُونُ فِي حَقِّ أَبِي
بَكْرٍ عَلَى عُمُومِهِ بِخِلَافٍ عَلِيٍّ.

”محبت کے مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے ان دونوں حدیثوں میں جمع و تطبیق
کی صورت ممکن ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عمومی طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ
محبوب تھے، جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کسی خاص موقع پر۔“

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: 127/7)

الحاصل :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سب سے زیادہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو محبوب رکھتے
تھے، تب ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ اس حقیقت کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی
اعتراف تھا کہ امت کے سب سے بہتر فرد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے
یہ قطعاً ثابت نہیں کہ انہوں نے خود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے محبوب خیال کر کے اپنے
آپ کو خلافت کا اول حقدار قرار دیا ہو۔

دیگر صحابہ کرام بھی یہی سمجھتے تھے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب
سے زیادہ محبوب تھے۔ اس حوالے سے دلائل کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہمارے ایمان کا جزو لازم
ہے۔ دلائل کے ذریعے صحابہ کرام کے فضائل میں باہمی تقابل کسی کی تنقیص کا سبب نہیں
بنتا۔ ہم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کرتے ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی۔

